عرضِ مؤلّف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

یہ مضمون اخبار انقلاب لاہور کے حج نمبر بابت ۱۳۴۶ھ میں شائع ہوچکا ہے۔ اب دوبارہ نظر ثانی کے بعد مستقل رسالہ کی صورت میں ہدیۂ ناظرین ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کے لئے عموماً اور حاجیوں کے لئے خصوصاً مفید بنادے۔ آمین

ناظرین سے التماس ہے کہ اس میں اُن کو جو غلطیاں نظر آئیں۔ اُن سے مؤلف کو مطلع کرکے ممنون فرمائیں۔ تاکہ طبع ثانی میں اُن کی اصلاح کردیجائے

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

مکّہ معظّمہ ۳۰ شعبان ۱۳۵۲ھ

خاکسار مؤلف

محمد عبدالوہاب دہلوی

فہرست رسالہ اسرارِ حج

فرضیتِ حج

حج ہر مستطیع مسلمان پر عمر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ اور اس سے زیادہ کی توفیق ہو جائے۔ تو وہ نورٌ علیٰ نور کا مصداق ہے۔ فرضیت حج قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ (آل عمران)

اور اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ بھی ہے کہ خانہ کعبہ کا حج کریں بشرطیکہ وہاں تک پہونچنے کی استطاعت رکھیں اور جو نہ مانے (تو اسی کا نقصان ہے) کیونکہ خداوند کریم تو تمام عالم سے بے نیاز ہے۔

روایت ابوہریرہؓ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوا فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مجمع میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ لوگو! تم پر حج فرض ہوا ہے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہر سال آپ خاموش رہے اس نے تین بار یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال کرنا پڑتا۔ اور یہ تم سے نہ ہو سکتا۔

اسرارِ حج

یعنی

حج اور اسکے شعائر و مناسک کی حکمتیں

تمہید

حج اسلام کا ایک رکن اعظم ہے۔ نماز۔ روزہ صرف بدنی عبادتیں ہیں۔ اور زکوۃ فقط مالی عبادت ہے۔ مگر حج کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ بدنی اور مالی دونوں طرح کی عبادت کا مجموعہ ہے اور اس حیثیت سے جہاد کے مشابہ اور ہم پلہ ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ تمہارا جہاد[1] حج ہے۔ (بخاری)

[1] نسائی میں جو روایت ہے اس میں حج کو بوڑھوں۔ ضعیفوں۔ عورتوں۔ بچوں کا جہاد فرمایا گیا ہے۔

دفعہ نیت کرلینا۔ تمتع۔ اس کو کہتے ہیں کہ میقات سے تو صرف عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ مکرمہ پہونچکر طواف وسعی وغیرہ کرکے احرام کھول ڈالے اور پھر مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھے۔ افراد۔ یہ ہے کہ میقات ہی سے صرف حج کا احرام باندھے

علما کا اختلاف ہے کہ قران افضل ہے یا تمتع، قوی قول یہ ہے جو ہدی اپنے ساتھ لیکر آئے اس کے لئے قران افضل ہے اور جو ہدی نہ لائے اس کیلئے تمتع افضل ہے۔

ایام حج } عمرہ کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے جس دن چاہو کرو مگر اعمال حج کے اوقات معین ہیں۔ یعنی یوم الترویہ (۸ ذی الحجہ) یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ) ایام تشریق (۱۱-۱۲-۱۳ ذی الحجہ) احرام حج کے لئے بھی ایک زمانہ مقرر ہے جو اشہر حج کے نام سے موسوم ہے یہ ماہ شوال و ذی قعدہ اور عشرہ ذی الحجہ کے دن ہیں۔ ان ایام سے پہلے احرام حج باندھنا اکثر علما کے نزدیک مکروہ ہے۔

مقامات حج } حج میں جن جن جگہوں سے ہر حاجی کو کام پڑتا ہے وہ یہ ہیں۔ مکہ۔ منیٰ۔ وادیٔ محسر۔ مزدلفہ۔ وادی عرنہ۔ عرفات

(۱) مکہ تو مشہور و معروف چیز ہے اور حج کا مقصود اعظم ہے یعنی (زیارت بیت اللہ) وہ یہیں حاصل ہوتا ہے۔ نیز طواف و سعی یہیں ہوتی ہے (۲) منیٰ مکہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ حد حرم میں داخل ہے۔ یہاں بہت سے مناسک حج ادا ہوتے ہیں۔ اس کا منیٰ اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہاں قربانیوں کا خون بہایا جاتا ہے منیٰ کے لغوی معنے بہانے کے ہیں۔ اس کی

وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِهَا وَلَمْ تَسْتَطِیْعُوْا اَدَاءَ الْحَجِّ مَرَّةً فَمَنْ زَادَ فَتَطَوُّعٌ (احمد ونسائی)

اور ایک روایت میں ہے کہ اگر ہر سال کرنا پڑتا تو تم نہ کرتے اور کر بھی نہ سکتے۔ حج ایک بار فرض ہے اس سے زیادہ جو کرے وہ نفل ہے۔

روایت ابی اُمامہؓ

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَهُوْدِیًّا وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا۔ رواه الدارمی بسند ضعیف ولکن له اثار صحیحة موقوفة تویدها۔

ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جس شخص کو کسی واقعی احتیاج نے یا کسی ظالم بادشاہ نے یا کسی سخت مرض نے نہیں روکا اور وہ بے حج کے مرگیا تو اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہوکر مرے خواہ نصرانی ہوکر (یعنی جب اسلام کا ایک رکن اعظم ادا کرنے سے جی چراتا ہے تو مسلمان بننے کی کیا ضرورت ہے) وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

شرائط فرضیت حج

فرضیت حج کے شرائط یہ ہیں (۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) امن طریق (۵) استطاعت زادِ راہ وسواری (۶) صحت ضروری (۷) عورتوں کے لئے محرم +

اقسام حج حج کرنے کے تین طریقے ہیں (۱) قِران (۲) تمتع (۳) اِفراد قِران کے معنی ہیں۔ حج وعمرہ کے لئے میقات سے ایک ہی

میقات احرام آفاقی حاجیوں کے لئے مندرجہ ذیل مقامات میقات ہیں۔ یہاں سے ان کو احرام باندھنا چاہیے (۱) ذوالحلیفہ۔ یہ مدینہ منورہ سے پانچ میل دور ہے اور مکہ سے دوسو پچانوے میل۔ یہ اہل مدینہ کا میقات ہے (۲) جحفہ۔ مکہ سے تقریباً ڈیڑھ سو میل ہے اور رابغ کے قریب ہے۔ یہ اہل شام و مصر و مغرب اور اس رُخ والوں کا میقات ہے (۳) قرن اس کو آج کل وادی محرم کہتے ہیں۔ مکہ سے دو منزل پر واقع ہے یہ اہل نجد کا میقات ہے (۴) ذات عرق مکہ سے ستّر میل ہے اہل عراق کا میقات ہے (۵) یلملم۔ آج کل اس کو سعدیہ کہتے ہیں۔ یہ اہل یمن و ہندو جاوہ وغیرہ جنوب سے تمام آنے والوں کا میقات ہے۔ خشکی کے راستہ سے یہ مکہ سے دو منزل (تقریباً ساٹھ میل دور ہے) بحری راستہ سے آنیوالوں کو یہ جزیرہ کامران سے تین سو اسی میل چلنے کے بعد ملتا ہے اور جدہ یہاں سے پچھتر میل رہ جاتا ہے اس کا موقع جغرافی یہ ہے۔ طول مشرقی ۵ دقیقہ ۴۰ درجہ عرض شمالی ۴۵ دقیقہ ۲۰ درجہ۔ جو لوگ میقات سے ورے رہتے ہیں۔ انکی میقات وہی جگہ ہے جہاں آباد ہیں اور مکہ والے مکہ ہی سے احرام باندھتے ہیں۔

مَناسِکِ حج

حج کے مناسک یہ ہیں (۱) احرام (۲) طواف القدوم (۳) سعی (۴) آٹھویں ذی الحج کے دن اور نویں کی رات کو منیٰ کا قیام (۵) وقوف عرفہ (۶) مزدلفہ میں شب باشی (۷) رمی الجمار (۸) حلق یا تقصیر (۹) طواف الافاضہ (۱۰) ایام تشریق میں منیٰ کی شب باشی (۱۱) طواف الوداع

حد جمرۃ العقبہ سے لے کر وادی محسر تک ہے (۳) وادی محسّر[1]۔ یہ بھی حد حرم میں تو داخل ہے مگر مشاعر[2] میں نہیں ہے۔ اس وادی کا طول پانچ سو پینتالیس ذراع ہے یہ نہ منیٰ میں داخل ہے نہ مزدلفہ میں۔ بلکہ ان دونوں کا برزخ ہے یہاں سے جلد نکل جانا مسنون ہے۔ (۴) مزدلفہ[3]۔ یہ منیٰ و عرفات کے درمیان تقریبًا آدھے راستے پر واقع ہے۔ یہ حرم بھی ہے اور مشعر بھی۔ یہاں ۱۰ ر ذی الحجہ کی رات کو رہنا مناسک حج میں داخل ہے۔ اس کی حد ایک طرف وادی محسر سے ملی ہوئی ہے دوسری طرف وادی عُرنہ ہے۔ (۵) وادی عُرنہ یا وادی نمرہ۔ یہ حد حرم سے خارج ہے مگر عرفات میں بھی داخل نہیں ہے۔ بلکہ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان برزخ ہے اس جگہ ۹ ر ذی الحجہ کو زوال تک قیام کرنا مسنون ہے۔

(۶) عرفات۔ یہ مکہ سے تقریبًا پندرہ میل دور ہے اور حد حرم سے باہر ہے اس جگہ کی حاضری حج کا رکن اعظم ہے۔ اگر وقت مقررہ پر کوئی یہاں نہ پہونچا تو اس کا حج نہیں ہوا۔ اس کے حدود اربعہ یہ ہیں (۱) وادی عرنہ (۲) قریہ عرفات (۳) جبال عرفہ (۴) جادۃ الشرق (مشرقی سڑک

---

[1] محسر حسر سے مشتق ہے جس کے معنے تھکنے کے ہیں یہاں اصحاب الفیل ہلاک ہوئے تھے اور ان کے ہاتھی وغیرہ تھک کر بیٹھ گئے تھے۔ اس لئے یہ نام رکھا گیا ہے۔ (اہل مکہ اسے وادی النار بھی کہتے ہیں،

[2] مشاعر۔ مشعر کی جمع ہے جن مقامات کا اعمالِ حج سے تعلق ہے وہ مشعر کہلاتے ہیں۔

[3] مزدلفہ۔ ازدلاف سے مشتق ہے۔ ازدلاف کے معنی اجتماع و تقرب کے ہیں۔ یہاں سب حاجی جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ اس کا دوسرا نام جمع بھی ہے۔

(۳) جدال — لڑائی جھگڑا — (قرآن کریم)

(۴) صید البر — خشکی کا شکار کرنا (دریائی جائز ہے) — (")

(۵) حلق وتقصیر — سر منڈانا و بال کتروانے — (قرآن کریم)

(۶) نکاح کرنا — (مسلم)

(۷) نکاح کرانا — (")

(۸) نکاح کا پیغام دینا — (")

(۹) خوشبو لگانی — (")

(۱۰) ورس (کیلہ) یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا۔ — (صحیحین)

(۱۱) شکاری کی کسی طرح کی مدد کرنی یا شکار بتانا — (")

(۱۲) جو شکار محرم نے کیا ہو یا اوس میں کسی قسم کی مدد دی ہو یا اس کے لئے کیا گیا ہو اس کا کھانا۔ — (ابوداؤد و ترمذی)

(۱۳) جو پرند شکار کئے جاتے ہیں اُن کے انڈے کھانے۔ — (مسند احمد)

خاص مردوں کیلئے

(۱۴) سر ڈھانکنا — (مسلم)

(۱۵) منہ ڈھانکنا (۱) — (نسائی)

(۱۶) کرتہ پہننا — (صحیحین)

---

(۱) یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کیونکہ اس حدیث کی صحت میں بعض علماء کو کلام ہے۔

(۱۲) قربانی (قارن اور متمتع پر)

ارکانِ حج

مناسک مذکورہ بالا میں سے تین چیزیں بالاتفاق ارکان حج ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی چیز رہ جائے تو حج نہیں ہوتا۔

(۱) احرام (یعنی نیت حج)
(۲) وقوف عرفات (۹ ذی الحجہ کو عرفات کی حاضری بعد زوال)
(۳) طواف الافاضہ (حج کے بعد کا طواف)

جمہور علماء کے نزدیک (سعی) بھی حج کا ایک رکن ہے مگر بعض علما کے ہاں رکن نہیں ہے، صرف واجب ہے۔

حالت احرام میں حسب ذیل باتیں منع ہیں۔

(ممنوعاتِ حج)[1] (مرد و عورت سب کے لئے)

(۱) رفث — جماع و متعلقات جماع (قرآن کریم)
(۲) فسوق — عام گناہ فحش باتیں۔ گالی گلوچ (”)

---

[1] ہمنے صرف ان باتوں کا بیان کیا ہے جنکی ممانعت قرآن کریم یا حدیث شریف میں صراحۃً آئی ہے۔ ان کے علاوہ چند چیزیں ایسی بھی ہیں۔ جو اجماعًا یا قیاسًا ان سے ملحق ہیں۔ مثلاً ناخن کتروانے خوشبو سونگھنی وغیرہ ان کی تفصیل کتب مناسک سے معلوم ہو سکتی ہے۔

(خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (سورۃ احزاب)

ترجمہ۔ تمہارے لئے رسول اللہ کی سیرت بہترین نمونہ ہے۔

لہذا مسائل حج معلوم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ کے حج مبارک کے صحیح حالات معلوم کئے جائیں اور ان کے بموجب عمل کیا جائے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کتب حدیث کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ بعض علمائے کرام مثل ابن حزم و المحب الطبری المکی وغیرہ، نے تو آپ کے حج کے حالات میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ہم نے بھی ایک مختصر مضمون بعنوان حج نبوی لکھا ہے۔

فضائلِ حج

فضائل حج میں بہت سی احادیث آئی ہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِیْلَ ثُمَّ

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر

(۱۷) پائجامہ پہننا (صحیحین)

(۱۸) عمامہ باندھنا (")

(۱۹) برنس (ایک قسم کا جبہ جس میں ٹوپی لگی ہوتی ہے) پہننا (")

(۲۰) خفین (چمڑے کے موزے) پہننے (")

خاص عورتوں کیلئے

(۲۱) نقاب ڈالنی (بخاری) نقاب کے علاوہ کسی اور چیز سے منہ چھپانا منع نہیں ہے

(۲۲) دستانے پہننے (")

احکام اسلام کا ایک بڑا منشا یہ بھی ہے کہ افراد مختلفہ کو ملت واحد بنا دیا جائے چنانچہ اسی غرض سے اہل محلہ میں محبت اور اتحاد پیدا کرنے اور قایم رکھنے کے لئے پنجگانہ نمازوں کے وقت اہل محلہ پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے۔ اہل شہر میں تعلقات بڑھانے کے لئے ہفتہ میں ایک بار ان کا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا اور مل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اہل شہر اور دیہات و قرب و جوار کے رہنے والوں میں تعارف و محبت مستحکم رکھنے کے لئے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو سنن ہدیٰ میں مقرر کیا گیا ہے۔ پس اسی طرح تمام عالم اسلامی میں رابطہ دینی کے مضبوط کرنے کے لئے مختلف قوموں۔ مختلف نسلوں مختلف زبانوں۔ مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت پر شامل ہونے کے لئے عمر بھر میں ایک دفعہ ان سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں حج فرض کیا گیا ہے۔

(۲) مساواتِ اسلامی

اسلام کا ایک اصول مساوات بھی ہے۔ حج سے یہ مقصد بھی بخوبی حاصل ہو جاتا ہے سب لوگ شاہ ہوں یا گدا، ایک ہی لباس میں ایک ہی حالت میں۔ ایک ہی جگہ۔ خدائے واحد کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور اس طرح سب امتیازی تفرقے مٹ جاتے ہیں۔

(۳) عالمگیر اتحاد اسلامی

مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہو کر امور سیاست۔ تجارت وغیرہ سب کاموں میں

مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ۔ (متفق علیہ)

ایمان لانا۔ اس نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔ عرض کیا گیا کہ پھر اس کے بعد فرمایا حج مقبول ۔

(۲) وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (متفق علیہ)

اور انہیں سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کے لئے حج کرے اور اس میں جماع اور فسق و فجور سے محترز رہے تو وہ گناہ سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے طفل نوزائیدہ۔

(۳) وَعَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ (متفق علیہ)

اور انہیں سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عمرہ سے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور مقبول حج کا ثواب تو جنت ہی ہے (بخاری و مسلم)

فوائد حج حج۔ دینی اور دنیوی دونوں فوائد کا جامع ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (سورہ حج) تاکہ اپنے فائدہ کے کاموں میں شریک ہوں، دینی فوائد تو ظاہر ہیں یعنی کفارہ ذنوب۔ حصول جنت۔ اللہ کی رضامندی۔ وغیرہ۔ مگر دنیاوی منافع کی کچھ تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے کیونکہ آج کل جس کام میں دنیاوی منفعت نہ ہو وہ فضول سمجھا جاتا ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ[۱]۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا[۲]

(۱) جامعیتِ ملت یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام وہ پیغام محبت ہے جو بچھڑے ہوؤں کو ملانا اور بیگانوں کو یگانہ بناتا ہے

[۱] (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ہم میں کسی کام کی طاقت نہیں ہے [۲] ترجمہ اے اللہ دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مشغلہ اور مبلغ علم نہ بنانا۔

ہونا ضروری ہے۔

(۲) حاجیوں کو ایک خاص قانون کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرے تو اس کا کفارہ (جرمانہ) دینا پڑتا ہے اسی طرح مجاہدین کے لئے فوجی قوانین کی پابندی لازمی امر ہے۔

(۳) سب حاجیوں کو عرفات میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ جو شخص حج کے تمام ارکان ادا کرے مگر عرفات میں حاضر نہ ہو اس کا حج نہ ہوگا۔ اسی طرح ہر مسلمان کے لئے خلیفہ اسلام کی طلب پر جہاد میں شریک ہونا ضروری ہے اور جو شخص باوجود استطاعت شریک نہ ہوگا اس کا اسلام ناقص رہیگا

(۴) ہر حاجی کے لئے ضروری ہے کہ جب حج کو جائے تو زادِ راہ لیکر جائے تاکہ دوسروں کے لئے بار نہ بن جائے اسی طرح ہر مجاہد کو سامانِ جنگ کا مہیا کرنا ضروری ہے

(۵) حج میں تین باتوں کی سخت ممانعت ہے (الف) بیحیائی کی باتیں (ب) ناشائستہ کلام (یعنی گالی گلوچ وغیرہ (ج) آپس میں لڑنا جھگڑنا۔ اس میں یہ تعلیم ہے کہ جب مسلمانوں کا لشکر ایک جگہ جمع ہو تو اسے ان باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے تاکہ آپس میں اختلاف اور منازعت نہ پیدا ہونے پائے۔

(۵) آخرت کی یاددہانی

حج کو جس طرح جہاد سے خاص مناسبت ہے اسی طرح قیامت سے بھی مشابہت ہے۔ عرفات کا اجتماع میدان حشر کا نمونہ ہے۔ لباس احرام کفن سے مشابہ ہے سورہ حج کی ابتدا قیامت کے ذکر سے ہوئی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

مشورہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور اس طرح باہم تعاون وتناصر کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے غیر مسلم ہشیار قومیں اجتماع حج سے بہت خوف زدہ رہتی ہیں اور اپنے مقبوضات کے لوگوں کو حج سے روکنے کی مسلسل کوشش کرتی ہیں۔

(۴) مجاہدانہ زندگی کی تعلیم

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی روح رواں ہے جس مسلمان کو اس مقدس فرض کی ادائیگی اور اس کے لئے طیاری کا خیال نہیں ہے اُس کا ایمان ناقص ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ	مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر
رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ	ایمان لائے۔ اور پھر کسی قسم کا شک نہیں کیا
وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ	اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے
هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (سورۃ الحجرات)	جہاد کیا۔ وہی اپنے دعوی اسلام میں سچے ہیں

یوں تو اسلام کے جملہ ارکان کو جہاد سے مناسبت ہے مگر حج کو خصوصیت کے ساتھ اس سے ربط وتعلق ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں حج کے احکام جہاد کے احکام کے ساتھ ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ سورہ حج میں بھی احکام حج کے بعد ہی جہاد کی مشروعیت کا ذکر ہے اور اسی سورت کے آخر میں جو حکم دیئے گئے ہیں ان میں ایک حکم جہاد کا بھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کا ایک بڑا مقصد مسلمانوں کو مجاہدانہ زندگی کی تعلیم دینی اور انہیں جہاد کے لئے طیار کرنا بھی ہے۔

حج کے احکام ملاحظہ ہو۔ ان کو جہاد کے ساتھ کس قدر شدید مناسبت ہے۔

(۱) تمام حاجیوں کو ایکساں لباس۔ (احرام) پہننا پڑتا ہے۔ فوج میں بھی یونیفارم

(۶) شوکت اسلام

حج سے شوکت اسلام بھی ظاہر ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اپنی تعداد اپنی قوت کا منظر دکھانے کا بھی موقعہ ملتا ہے۔

(۷) تجربات سفر

بحر و بر کے سفر سے انسان کو جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں وہ بھی اس کے ضمن میں داخل ہیں یعنی سیر و سیاحت۔ تجربہ۔ اکتساب معلومات۔ مالی فوائد وغیرہ۔

(۸) تمام فوائدِ اجتماع کا حصول

دنیا میں اجتماعات سے جو فوائد متصور یا مقصود ہوتے ہیں وہ سب حاصل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک بادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں کے انعقاد سے یا ایک مارشل (امیر لشکر) کا جو مقصود فوجی نمائش سے۔ انجمنوں کا جو مطلب سالانہ جلسوں اور مندوبوں کے اجتماع سے۔ ایوان تجارت کا جو مقصد عالمگیر نمائشوں کے قیام سے ہوتا ہے۔ وہ سب مقاصد حج کے اندر مقصود و ملحوظ ہیں۔ آثار قدیمہ کے جویا صناعان عالم کے متلاشی۔ عالمان طبقات الارض واقفان علم الالسنہ۔ اور محققان تاریخ اقوام ماہران جغرافیہ عالم کو جن باتوں کی تلاش ہوتی ہے وہ سب امور حج سے پورے ہو جاتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ[1] وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی نِعْمَتِهِ الْاِسْلَامِ[2]۔

[1] (ترجمہ) خدا کا شکر ہے جس نے ہمکو یہ ہدایت عطا کی اور اگر خدا ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ تو ہم کبھی راستہ نہ پاتے۔

[2] (ترجمہ) خدا کا شکر ہے کہ اس نے نعمتِ اسلام عطا کی۔

حج کا ایک اہم مقصد آخرت کی یاد دہانی ہے۔ آخرت کی یاد سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ بیشمار ہیں۔ جن میں سے چند فائدوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) آخرت کی یاد سے انسان کو اپنی حیاتِ مستعار کی قدر ہوتی ہے۔ اور اس کو بیکاری اور لہو و لعب میں صرف کرنا برا معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی قوم کا ایک مفید فرد بن جاتا ہے۔

(۲) اس سے انسان کو اعمال صالحہ کی رغبت اور گناہوں سے اور تمام بداخلاقیوں اور ہر طرح کی بدمعاملگی سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایک شریف و مہذب آدمی بن جاتا ہے۔

(۳) اس سے انسان کو باوجود اس قدر ترقی کے اپنی بے کسی اور درماندگی کا احساس ہوتا ہے اور تکبر و غرور ظلم و فساد کے جذبات کی بیخکنی ہوتی ہے اور وہ قوم کے غریب طبقہ کا ہمدرد بن جاتا ہے۔

(۴) اس سے انسان کو اپنی ذاتی منفعت و آسایش کے خیال کے بجائے قومی اور رفاہ عام کے کاموں کی رغبت ہوتی ہے تاکہ دنیا میں بھی اس کی یادگار باقی رہے۔ آنے والی نسلیں اس کو بھلائی سے یاد کریں اس کے لئے دعائے خیر کریں اور آخرت میں بھی ثواب ملتا رہے۔

(۵) جب یہ خیال آتا ہے کہ دنیا فانی ہے اور آخر مرنا ہی ہے تو پھر گھر میں پڑے پڑے مرنے سے کیا فائدہ۔ اسلام کی حمایت اور اشاعت میں کیوں نہ جان دیجائے تو انسان مجاہد بن جاتا ہے اور اپنی جان و مال کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے۔

واللہ اعلم۔

کرتے رہتے ہیں کہ ترکَ الاوّلُ للآخرِ عربی کا مشہور اور صحیح مقولہ ہے
ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۲

جو باتیں ایسی ہیں کہ اون کے فوائد مخفی و دقیق ہوتے ہیں اونکو امورِ تعبّدیہ کہا جاتا ہے۔ جیسے نماز کی تعداد رکعات روزوں کی تعداد۔ زکوٰۃ کا نصاب وغیرہ
مناسک حج بھی انہیں امور تعبدیہ میں سے ہیں۔ لہٰذا اون کے تمام مصالح اور حکمتیں خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں یا جس کو خدا تعالیٰ نے یہ علم عطا فرمایا ہو مگر بحکم مَالَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ۳ چند باتیں علمائے کرام کے افادات سے اقتباس کر کے ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

(۱) حکمت احرام

آدمی جب کسی شاہی دربار میں جانا چاہتا ہے تو پہلے سے اس کے لائق تیاری کر لیتا ہے۔ احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے تیاری نہ کرنا اور ویسے ہی بے پروا اور گستاخانہ چلے آنا کیونکر مناسب ہو سکتا ہے۔ اس لئے حکم ہے کہ میقات سے اس حضوری کی تیاری کر لو۔ اور اپنی وہ حالت بنالو جو پسندیدہ بارگاہ عالی ہے۔ یعنی عاجزی۔ مسکنت ترک زینت تبتّل الی اللہ۔ اس لئے لباس احرام بھی ایسا سادہ رکھا ہے جو سب سے آسان اور سہل الحصول ہے۔ اور جس میں مساوات اسلام کا بخوبی ظہور ہوتا ہے۔ اس میں کفن کی بھی مشابہت ہے جس سے انسان کو یہ بھی یاد آجاتا ہے

---

۱ (ترجمہ) اگلے لوگ پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔
۲ (ترجمہ) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے۔ اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔
۳ (ترجمہ) جو چیز پوری نہ حاصل ہو سکے۔ اوسے بالکل چھوڑنا بھی نہ چاہئے۔

(ایک اعتراض) رہا یہ اعتراض کہ مسلمان ان فوائد کو مدنظر کیوں نہیں رکھتے اوران کے حصول کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے بعض علماء کا قصور ہے کاش وہ اپنی قوت تعلیم وارشاد آپس کے جھگڑوں اور غیر ضروری مسئلوں میں صرف کرنے کے بجائے حکم و اسرار شریعت کی تفہیم واشاعت اور مقاصد شرعیہ کی تحصیل کی کوشش اور ترغیب و تاکید میں خرچ کریں پھر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ[1] وعدہ مقدس ہے۔

حکم مناسکِ حج

شریعت اسلامیہ کے سب احکام، مصالح، عباد اور فوائد دنیوی واخروی پر مبنی ہیں۔ کیونکہ ان کا مقرر کرنے والا خدائے حکیم ہے اور فِعْلُ الْحَكِیْمِ لَا یَخْلُوْا مِنَ الْحِكْمَةِ[2] لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام احکام کی باریکیاں اور اسرار ہر شخص کی سمجھ میں آجائیں۔ یا جو حکمتیں علمائے متقدمین بتا گئے ہیں وہ جامع مانع ہوں۔ بعض احکام تو ایسے ہیں کہ اون کے فوائد ہر شخص سمجھتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو علمائے راسخین ہی سمجھ سکتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ اُن کے فوائد و حکم بیشمار ہیں اور ہر شخص بقدر توفیق وقابلیت ان میں سے چند باتوں کو سمجھ لیتا ہے۔ اور اس کے بعد آنیوالے اضافہ

---

[1] (ترجمہ) اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ان کو ہم بھی ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔ اور بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو خلوص دل سے نیک کام کرتے ہیں۔

[2] (ترجمہ) حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔

اختیار نہیں ہے۔ دنیاوی حکام صرف خدا تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اور اسلئے بنائے گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے قانون کو نافذ کریں۔ اس لئے ان کی اطاعت مسلمانوں پر اسی وقت تک فرض ہے کہ جب تک وہ اس خلافت کی حد سے آگے نہ بڑہیں۔ اور خود خدا نہ بن بیٹھیں یعنی احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈالکر حکومت نہ کرنے لگیں۔ ورنہ پھر مسلمانوں پر ان کی اطاعت حرام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

لَا طَاعَةَ لِاَحَدٍ فِی مَعْصِیَةِ اللّٰهِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ (صحیحین)

جس بات میں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ اس میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ صرف اچھی باتوں میں اطاعت کرنی چاہئے (صحیحین)

غور کرو کہ جو شخص ان سب باتوں کا بار بار اقرار کرے گا۔ تو وہ حج کے بعد کس قسم کا انسان بن جائیگا۔ بشرطیکہ اس نے یہ تمام اقرار سچے دل سے کئے ہوں۔ اور سمجھ بوجھکر یہ الفاظ ادا کئے ہوں۔

(۳) حکمتِ طواف القدوم وطواف الوداع!

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے پر طواف قدوم سنت اور مکہ سے روانگی کے وقت طواف وداع کرنا واجب ہے اس کا فائدہ ظاہر ہے آدمی جسکے پاس برائے ملاقات یا بطور مہمان جاتا ہے سب سے پہلے بھی اوسی سے ملتا ہے اور چلتے وقت بھی اس سے ضرور ملکر رخصت ہوتا ہے۔ اسی طرح آنے کے وقت طواف قدوم اور روانگی کے وقت طواف الوداع کو سمجھنا چاہئے۔

کہ دنیا سے جاتے وقت اس کو اتنا ہی کپڑا نصیب ہوگا۔ نیز اس سے انسان کو اپنی ابتدائی حالت یاد آتی ہے۔ کیونکہ انسان کا اولین لباس ایسا ہی تھا۔

(۲) حکمتِ تلبیہ (لبیک)

احرام باندھنے کے وقت سے لیکر اس کے کھولنے تک ہر حاجی نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ بار بار لبیک پڑھتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ (حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں حاضر ہوں۔ سب تعریفیں تیرے ہی لئے زیبا ہیں اور سب نعمتیں تیری ہی عطا کی ہوئی ہیں۔ اور ملک بھی تیرا ہی ہے۔ اس میں کوئی تیرا شریک نہیں) ذرا ان الفاظ پر تو غور کرو۔ تم کو بہت سی حکمتیں نظر آئیں گی۔

(۱) بار بار لبیک کہنی یہ اقرار کرنا ہے کہ اے خدا میں تیرے سب حکموں کے ماننے کے لئے تیار ہو کر تیرے دربار میں حاضر ہوتا ہوں۔

(۲) لاشریک لک سے توحید کا اقرار ہے جو اصل اصول ایمان و اسلام ہے۔

(۳) پھر یہ اعتراف ہے کہ سب نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں لہٰذا تیری ہی حمد و ثناء ہم کرتے ہیں اور کرینگے۔

(۴) پھر اس بات کا اقرار ہے کہ ملک اور حکومت بھی خدا ہی کی ہے۔ حقیقی بادشاہ وہی ہے، اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔

لہٰذا دنیا میں اسی کا قانون اسی کا حکم چلنا چاہیئے اور کسی کو اپنی طرف سے نیا قانون بنانیکا

حجرِ اسود کی بابت مسلمانوں کا عقیدہ

حجرِ اسود کے بارے میں مسلمانوں کا تو یہ عقیدہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے مجمع میں حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا تھا۔

اِنِّی اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اِنِّی رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

(رواہ الستۃ واحمد)

میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تیرے قبضہ میں نہ کسی کا نفع ہے نہ نقصان۔ اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی نہ چومتا۔

(صحاح الستہ ومسند احمد)

رہا یہ سوال کہ پھر اس کا فائدہ اور حکمت تشریع کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا فائدہ تو وہ ثواب ہے، جو احادیث میں آیا ہوا ہے یعنی (۱) گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (ترمذی) (۲) قیامت میں یہ گواہی دیگا کہ فلاں شخص نے اس کو استلام کیا تھا (ترمذی) گویا اس کو چومنا اپنے عمرہ و حج کی شہادت ثبت کرانا ہے (۳) اتباع سنت و امتثال امر کا ثواب یعنی رضائے الٰہی و حصول جنت وغیرہ اور اس کی حکمت تشریع یہ ہے کہ عہد ابراہیمی میں پیمان عام لینے کا دستور یہ تھا کہ ایک پتھر رکھدیا جاتا تھا جس پر لوگ آآکر ہاتھ مارتے تھے اس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ جس عہد کیلئے وہ پتھر رکھا گیا ہے اسکو انہوں نے تسلیم کرلیا۔ اسی دستور کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی معتقدی قوموں کے لئے یہ پتھر نصب کیا ہے کہ جو کوئی اس گھر میں (جس کی بنیاد خدائے واحد کی عبادت کے لئے ہوئی ہے) داخل ہو اس پتھر پہ ہاتھ رکھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے

(۴) حکمتہ استلام حجر اسود

حجر اسود کو بوسہ دینا۔ ہاتھ لگانا۔ اس پر پیشانی اور سر رکھکر خدا تعالیٰ کو سجدہ کرنا۔
یہ سب باتیں مسنون اور باعث ثواب ہیں۔ اور اس سے مقصود خدا تعالیٰ کی عبادت
اور امتثال امر ہے۔ ورنہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ یہ پتھر معبود ہے۔ یا اس کے
اختیار میں نفع و ضر ہے جیسا کہ بعض مشرکوں نے اپنے بتوں پر قیاس کرکے مسلمانوں
پر اعتراض کیا تھا۔ کہ مسلمان بھی حجر اسود کو بلکہ کعبہ کو پوجتے ہیں۔ اس کا جواب مولنا
محمد قاسم صاحب مرحوم نے بھی اپنے رسالہ (قبلہ نما) میں بہت مدلل و مفصل دیا
ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ عابد یہ اعتقاد رکھتا
ہو کہ یہ چیز نافع و ضار ہے اور اس کے اختیار میں میرا نفع نقصان ہے اس چیز کے
آگے تذلل و خشوع کرے اور اس سے اپنی مرادیں مانگے۔ اس کی حمد و ثنا کرے
ان باتوں میں کوئی بات بھی استقبال قبلہ یا استلام حجر اسود میں نہیں پائی
جاتی ہے۔ بلکہ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ معبود مقصود صرف خدائے وحدہٗ لاشریک
ہے اور اسی کے قبضہ میں سب کام ہیں۔ اسی کے اختیار میں نفع و نقصان ہے اسی
کے حمد و ثنا کرتے ہیں۔ اسی سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں۔ کعبہ یا حجر اسود کو نہ کوئی معبود
سمجھتا ہے۔ نہ اس کو نفع و نقصان کا مالک جانتا ہے۔ نہ اس سے کوئی مرادیں مانگتا
ہے نہ اس کی حمد و ثنا کی جاتی ہے بلکہ یہ چیزیں تو صرف محل عبادت ہیں۔ اور استقبال
قبلہ و استلام حجر اسود بھی ایک طریقہ عبادت ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

کئے گئے ہیں۔ تاکہ جس وقت جو آسان معلوم ہو کرے۔ ازاں جملہ ایک طریقہ عبادت طواف بھی ہے کہ انسان بآرام تمام چل پھر کر عبادت الٰہی بجالائے اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہو جائے۔ یعنی ثواب بھی اور ریاضت بھی۔ البتہ مخصوص مکان اور خاص طریقہ کی قید اس لئے لگادی گئی ہے۔ کہ اسلامی وحدت و تنظیم عبادت کا اصول اساسی قایم رہے۔

(۲) اس سے مقصود اظہار محبت الٰہی بھی ہے۔ جس طرح کہ ایک عاشق اپنے معشوق کے گھر کے آس پاس پھرتا رہتا ہے۔ کہ شاید کبھی دیدار ہو جاتے ہی طرح مومن بھی عشق الٰہی میں بیت اللہ کا چکر لگاتا ہے جس سے مقصود حصول رضوان الٰہی ومشاہدہ انوار قدسیہ ہوتا ہے نہ کہ صرف سرگشت۔ جیساکہ کہا گیا ہے

(۳) انسان جب غور و فکر کرتا ہے تو بعض اوقات سکون اس کیلئے مفید ہوتا ہے اور بعض اوقات حرکت جیسے مشائیں حکماء کی عادت تھی۔ نماز اور طواف دونوں ایک ہی مقصد کے لئے مشروع ہوئے ہیں۔ ایک میں سکون ملحوظ ہے دوسرے میں حرکت۔

(۶) حکمۃ الرمل والاضطباع

طواف عمرہ وطواف حج میں تین پھیروں میں رَمَل (یعنی آہستہ آہستہ دوڑنا) اور اضطباع مسنون ہے۔ اضطباع یہ ہے کہ داہنا شانہ کھلا ہوا ہو اور چادر احرام بغل کے نیچے سے نکال کر دوسرے شانہ پر ڈال لے اس کا سبب تشریع یہ ہے کہ ۷ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام (عمرۃ القضا) کے لئے تشریف لائے

امر علی جدار ذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

توحید کا عہد باندھ لیا۔ اگر جان بھی دینی پڑے گی تو اس سے منحرف نہ ہو گا۔ گویا حجر اسود کا استلام خدا تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے (وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی) چنانچہ اس تمثیل کی تصریح بھی ایک ضعیف حدیث میں آئی ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا اَلْحَجَرُ الْاَسْوَدُ یَمِیْنُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ یُصَافِحُ بِہٖ خَلْقَہٗ (معجم طبرانی بسند ضعیف)

حضرت ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے کہ حجر اسود زمین میں بمنزلہ (یَمِیْنُ اللّٰہِ) ہے جس سے اپنے بندوں سے مصافحہ فرماتا ہے

(۵) حکمتِ طواف

طواف بھی عبادت الٰہی کا ایک مسنون طریقہ ہے۔ اور اس کی غایت ذکر الٰہی ہے۔ جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں مرفوعاً وارد ہے۔

اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَرَمْیُ الْجِمَارِ لِاِقَامَۃِ ذِکْرِ اللّٰہِ (ابوداؤد و ترمذی)

طواف۔ سعی۔ رمی جمار یہ سب کام اللہ تعالیٰ کو مختلف طریقوں سے یاد کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔

طواف کے فوائد وہی ہیں۔ جو استلام حجر میں لکھے گئے ہیں یعنی (۱) امتثال امر و اتباع سنت کا ثواب (۲) طواف کا ثواب مخصوص جو احادیث میں آیا ہوا ہے۔ (۳) اس میں دنیاوی فائدہ یہ بھی ہے کہ ریاضت ہو جاتی ہے۔ اور اس کی حکمت یہ ہے کہ (۱) انسان ملول الطبع واقع ہوا ہے۔ لہٰذا عبادت کے مختلف طریقے مقرر

لہ (ترجمہ) اور اللہ کی صفت بلند تر ہے۔ (یعنی اللہ کی شان مثالوں سے بلند تر ہے)

دعویٰ کر سکتی ہے۔ نیز ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ دور و دراز سفر کی تکالیف اٹھانے کے بعد بھی حاجیوں کے ذوق و شوق وہمت کا اس سے اظہار ہوتا ہے

(۷) حکمتِ سعی

حج کے اکثر ارکان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہیں مگر سعی ان کی زوجہ پاک یعنی ام المسلمین حضرت ہاجرہ کی یادگار ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے حکم کے بموجب حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو مکہ کے بیابان میں (جہاں اس وقت نہ پانی تھا نہ کوئی آدم زاد) چھوڑ کر چلے گئے۔ اور حضرت ہاجرہ کے مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو پیاس کے مارے ان کے شیر خوار فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جاں بلب ہو گئے حضرت ہاجرہ سے یہ حالت نہ دیکھی گئی اور وہ پانی کی تلاش میں صفا پر گئیں کہ شاید کہیں پانی مل جائے مگر کوشش بے سود گئی۔ تو اتر کر مروہ کی طرف چلیں۔ جب تک بچہ نظر آتا رہا۔ تو آہستہ آہستہ چلیں جب وہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ (کیونکہ یہ نشیب میں پہونچ گئی تھیں) تو دوڑنا شروع کر دیا جب بلندی آگئی اور بچہ نظر آنے لگا تو آہستہ چلنے لگیں۔ یہاں تک کہ کوہِ مروہ پر پہنچ گئیں مگر وہاں بھی ناکامی ہوئی پھر صفا تک آئیں۔ اسی طرح سات پھیرے کئے بچہ کے پاس اس لئے نہیں جاتی تھیں کہ اس کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی تھی دوسرے یہ کہ پانی کی تلاش بھی ضروری تھی ورنہ دونوں کی جان خطرہ میں تھی۔ اور صفا یا مروہ سے آگے اس لئے نہیں جاتی تھیں کہ بچہ سے زیادہ دوری نامناسب تھی۔ الغرض اسی جگہ چکر لگاتی رہیں کہ شاید کوئی آدمی نظر آجائے۔ یا پانی کا نشان مل جائے جب سات

تومشرکین نے یہ کہنا شروع کیا کہ محمد اور ان کے صحابی کمزور ہیں۔ مدینہ کے بخار نے
ان کو ضعیف کر دیا۔ یہ تو طواف بھی نہیں کر سکیں گے" اور ان کے بہت سے شیاطین
دارالندوہ کے آس پاس تماشا دیکھنے کے لئے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین پھروں میں رَمَل اور اضطباع کرو
باقی چار پھروں میں معمولی چال سے چلنا۔ مشرکین نے جب صحابہ کو دوڑتے ہوئے
ڈنٹر کھولے ہوئے دیکھا۔ تو مرعوب ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم لوگ تو کہتے تھے کہ یہ
کمزور ہو گئے ہونگے یہ تو ہم سے بھی زیادہ مضبوط و توانا ہیں۔ رَمَل کی ابتدائی تشریح
تو اس سبب سے ہوئی تھی۔ مگر اس کے بعد یہ سنت معمول بہا ہو گئی۔ اور صحابہ کرام برابر
اس کو بجالاتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو موقوف کرنا بھی چاہا
تھا۔ کہ اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ مگر پھر یہ فرمایا کہ جو کام آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کرتے تھے۔ ہم کو اُسے چھوڑنا نہ چاہئے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

مَالَنَا وَلِلرَّمَلِ اِنَّمَا كُنَّا رَاۤئَيْنَا بِهِ	رَمَل کی ہم کو کیا ضرورت ہے وہ تو ہم نے
الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ اَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ	مشرکین کو اپنی قوت دکھانے کے لئے کیا تھا
ثُمَّ قَالَ هُوَ شَيْءٌ صَنَعَهٗ رَسُوْلُ	اور وہ ہلاک ہو چکے پھر فرمایا کہ رَمَل مسنون
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	چیز ہے لہذا ہم کو اس کا ترک کرنا پسند
فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَتْرُكَهٗ۔ (بخاری)	نہیں۔ (بخاری)

اب اس کا فائدہ اتباع سنت ہے اور اپنی گذشتہ حالت کی یاد دہانی کہ ایک
زمانہ وہ تھا۔ کہ اس کی ضرورت تھی اور اب خدا کے فضل سے یہاں مسلمان ہی
مسلمان ہیں۔ کیا اور کوئی قوم بھی اپنی تاریخ کے واقعات اس طرح محفوظ رکھنے کا

حدیث شریف میں آیا ہے۔ الحج عرفۃ[1] مقام عرفات بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تمام صحابہ کو یہ کہلا بھیجا تھا کہ قِفُوا عَلٰی مَشَاعِرِکُمْ فَاِنَّکُمْ عَلٰی اِرْثٍ مِّنْ اِرْثِ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ (سنن اربعہ) یعنی اپنی اپنی جگہ ٹھیرے رہو۔ تم سب اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موروثہ زمین پر ہو۔ اس وقوف کا فائدہ وہ ثواب ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہو یعنی مغفرت عامہ۔ اور اس کی حکمت تشریع یہ ہے۔ (۱) کہ سب حاجی ملکر اس مقدس میدان میں اور اس بابرکت دن میں خدا تعالیٰ کا ذکر کریں اور دعا مانگیں۔ اپنی اس حالت کو حشر کا نمونہ سمجھکر اُس موقف اکبر کی استعداد پیدا کریں۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے قانون اساسی کا اعلان اسی مقام پر فرمایا تھا۔ یہاں آنے سے مسلمانوں کو وہ بھی یاد آتا رہیگا۔

(۳) سب حاجی عرفات میں جمع ہوکر ایک وقت معین میں بیت اللہ کی زیارت کے ارادہ سے سفر کرتے ہیں۔ اس سے مل کر سفر کرنے کا مقصد پورا ہوتا ہے اور میدان جہاد کی طرف بہ یک وقت نقل وحرکت کرنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

(۹) حکمت بیت مزدلفہ

مزدلفہ کی شب باشی سنت موکدہ ہے اور بعض علمار کے نزدیک واجب۔ اس کی حکمت تشریع استراحت جسم ہے۔ کیونکہ انسان ضعیف البنیان ہے۔ اس لئے تھوڑی دیر آرام لے لینے سے گذشتہ دن کی تھکن بھی رفع ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے

(۱) حج، عرفات کی حاضری ہے۔

پھیرے ہو چکے تو ایک آواز سنائی دی دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے
انہوں نے اپنا پر یا پاؤں زمین پر مارا تو وہاں سے پانی کا چشمہ نمودار ہو گیا۔ حضرت
ہاجرہ دوڑی ہوئی آئیں۔ آکر پانی پیا۔ بچہ کو پلایا اور اس چشمہ کے ارد گرد منڈیر بنا دی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت ہاجرہ اگر منڈیر نہ بناتیں تو زمزم
بہتا دریا ہوتا۔ (بخاری)

مقصود سعی

خدا تعالیٰ کو حضرت ہاجرہ کی یہ بے تابانہ حرکت پسند آئی۔ اور اس کو مناسک
حج میں قرار دیدیا۔ تاکہ حضرت ہاجرہ کی سنت قایم رہے اور اُن کے مسلمان بچے
یہ یاد کر لیا کریں کہ دین حنیف کے موسسوں نے کیا کیا تکلیفیں برداشت کی تھیں
اور اس زمانہ میں مرکز اسلام (مکہ) کی کیا حالت تھی۔ نیز جو بیتابی اور انابت الی اللہ
حضرت ہاجرہ کو اُس وقت تھی وہ بھی اپنے میں پیدا کرنے کی کوشش کریں اور باران
رحمت کی جستجو میں اُسی طرح بیتاب اور ساعی ہوں جیسے وہ پانی کی تلاش میں تھیں
اس لئے سعی کی غایت وغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے یہی بتائی ہے کہ
سعی یاد الٰہی کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے یعنی اصلی مقصود بھی مدنظر ہونا چاہئے صرف
خالی دوڑ دھوپ کر لینے سے اس کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

(۸) حکمت وقوف عرفہ

وقوف عرفہ حج کا رکن اعظم ہے۔ یہ فوت ہو جائے تو حج ہی نہیں ہوتا کیونکہ

(۱۲) حکمتِ رمیٔ جمرات

رمی جمرات بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور خدا تعالیٰ کو یاد کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اس کا فائدہ وہ ثواب ہے جو امتثال امرالہٰی اور اتباع سنت اور ذکرالہٰی کا ہے۔ اور حکمت تشریع یہ ہے۔

(۱) اقامت ذکرالہٰی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَرَمْیُ الْجِمَارِ لِاِقَامَۃِ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (ابو داؤد و ترمذی)

کعبے کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمار۔ یہ سب باتیں مختلف طریقوں سے خدا کو یاد کرنے کیلئے مقرر کی گئیں ہیں۔

(۲) خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ۔ (سورۃ الانفال)

اور تم سے جس قدر ہو سکے ان کافروں کے مقابلہ کے لئے طاقت کا سامان مہیا کرو۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے۔

اَلَا اِنَّ الْقُوَّۃَ الرَّمْیُ (مسلم)

خبردار! طاقت کی بڑی چیز نشانہ بازی ہے۔

لہٰذا رمی جمرات سے اس حکم الہٰی کی یاد دہانی بھی مقصود ہے کہ حج سے فارغ ہو گئے تو اب جہاد کی طیاری شروع کر دو۔

(۳) اس میں یہ تعلیم بھی ہے کہ دشمنوں کے مقابلے میں سب سے ضروری چیز اتحاد و اتفاق اور مرد و زن و بچہ کا عملی اشتراک ہے۔ اگر ساری قوم متفق ہو کر کسی کا مقابلہ کرے تو وہ ضرور کامیاب ہو گی خواہ اسکے پاس پتھروں کے سوا اور کچھ نہ ہو۔

دن (یوم النحر) کے مناسک ادا کرنے کی قوت بھی آجاتی ہے۔

(۱۰) حکمتِ وقوف مشعر حرام

مشعر حرام۔ مزدلفہ کا نام ہے۔ طلوع فجر کے بعد تھوڑی دیر تک یہاں ذکر الٰہی کرنا ضروری امر ہے کیونکہ فرمان باری ہے۔ فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ۔ (سورۂ بقر) جب عرفات سے واپس ہو تو مزدلفہ میں اللہ کو یاد کرو۔ (سورہ بقر)

یہاں اہل جاہلیت ٹھیر کر اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے بیان کیا کرتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے اس کے بدلے ذکر الٰہی کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ کا شکر کرو۔ کہ اس نے نعمت اسلام سے مشرف فرمایا اور ہدایت و توفیق اعمال صالحہ عطا فرمائی۔ اس کی حکمت تشریع بھی وہی ہے جو وقوف عرفہ کی ہے۔ یعنی مواضع ماثورہ متبرکہ میں یکجا جمع ہوکر دعا مانگنی اور دن اور رات دونوں میں ذکر الٰہی اور توفیق حج و بشارت مغفرت حجاج کا شکر کرنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور یادگار کو قایم رکھنا۔

(۱۱) حکمت قیام منیٰ

منیٰ میں ایام نحر و تشریق میں مقیم رہنا ضروری امر ہے اور اس کا فائدہ و حکمت وہی باتیں ہیں جو فوائد حج کے عنوان سے گذر چکی ہیں یعنی (۱) امتثال امر و اتباع سنت (۲) ذکر الٰہی (۳) اجتماع و تعارف و مذاکرہ امور مفید عامہ (۴) فوائد تجاریہ سیاسیہ وغیرہ

یہاں ذکر کیا جاتا ہے قربانی بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام
کی سنت اور یادگار ہے۔

واقعۂ قربانی

اس کا قصہ قرآن کریم میں اس طرح مذکور ہے!

فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا
بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي
أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ
مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ
مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ
اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ فَلَمَّا
أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝
وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ
صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ
هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ
الْمُبِينُ ۝ وَفَدَيْنَاهُ

ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک بردبار بیٹے کی
بشارت دی جب لڑکا ان کے ساتھ دوڑنے کے
قابل ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ بیٹا میں
نے خواب دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں تم
کہو کیا کہتے ہو۔ اسمعیل علیہ السلام نے کہا کہ
آپ کو جو حکم الہٰی ہو اسکی تعمیل فرمائیے مجھ کو
انشاء اللہ آپ صابر پائیں گے۔ جب دونوں
نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل
لٹایا تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم واقعی خواب
کو تو نے سچا کر دیا۔ ہم نیک بندوں کو اسی طرح
آزما کر رفع درجات کا بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک
یہ ہی تو ظاہر ظہور آزمائش ہے اور ہم نے اوس کے

(۱۳) حکمتِ حلق و تقصیر

احرام کی حالت رفع کرنیکے لئے جو باتیں ضروری ہیں ان میں ایک حلق یا تقصیر یعنی سر منڈوانا یا بال کتروانا بھی ہے۔ اس کی حکمت تشریع یہ ہے۔

(۱) انسان حج کرکے نوزائیدہ بچے کی طرح گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے لہذا جس طرح ولادت حقیقی کے بعد عقیقہ میں سر منڈوانا مسنون ہے اسی طرح حج کے بعد بھی ظاہری میل کچیل پریشان بالوں کا ازالہ واجب کیا گیا ہے۔ جو معقول اور مناسب بات ہے۔

(۲) اقوام سابقہ کی عادات اور شرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں سر منڈوانا گردن کٹوانے کا قائم مقام سمجھا جاتا تھا۔ اور ایمان باندھنے کی یہ شرط کہ دین حق کسی حالت میں نہ چھوڑونگا اگرچہ قتل کر دیا جاؤں۔ اس کا اظہار شعار سر منڈوانے سے کرتے تھے۔ سر کے بال وہ لوگ سر کے برابر معزز سمجھتے تھے۔ [illegible] لوگوں کو سر کے بال بہت [illegible] ان کا منڈوانا [illegible] ہے۔ حج میں سر کے بالوں کو [illegible] کا یہ مطلب ہے کہ [illegible] خدا کی راہ میں دیدینی چاہیے۔

(۱۴) حکمتِ قربانی

قربانی صرف مناسک حج ہی میں محصور نہیں ہے۔ بلکہ عیدالاضحیٰ میں ہر جگہ اس کا اجرا مسلمانوں کا شعار ہے مگر حج کے ساتھ اس کو خاص مناسبت ضرور ہے۔ اس لئے

دِمَاؤُهَا وَلٰكِن يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ — ہے تمہارے دل کا ادب ....

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ — ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تاکہ

عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ - (سورۃ الحج) — اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اسلئے کہ تمکو ہدایت دی ہے

یعنی مسلمانوں کا اس سے مقصود صرف جانوروں کی خونریزی نہیں ہونا چاہئے بلکہ اصلی غرض امتثال امرالٰہی اور ذکر و تکبیر الٰہی اور اشاعت و اقامت شعائر اللہ ہونا چاہئے۔

خاتمہ

یہ چند باتیں جو عرض کی گئی ہیں بطور نمونہ مشتے از خروارے ہیں انسے مقصود استقصا یا حصر نہیں ہے۔ آخر میں یہ بات بھی بیان کرنی ضروری ہے کہ بالفرض اگر کسی عبادت یا کسی حکم شرعی کا کوئی فائدہ کوئی حکمت بھی ہمارے ذہن میں نہ آئے۔ تو جب بھی ہمکو اس کی تعمیل میں توقف نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ ہم کو اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ سب باتیں ہمارے ہی فائدہ کی ہیں اور خدا تعالیٰ ہماری مصلحتوں کا ہم سے زیادہ واقف کار ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے اور وہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہے جس طرح کہ علاج کرتے وقت بیمار کو اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ حکیم حاذق ہے اور یہ خیر خواہ بیمار کے لئے ہر دوا کی ماہیت اور منافع معلوم کرنے ہی کے بعد نسخہ کا استعمال کرنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ بعض حالتوں میں اپنی رائے کے تداخل سے نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس لئے حکیم حاذق کی مصلحت ہر طرح اولیٰ اور مقدم ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ٥ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِي الۡاٰخِرِيۡنَ ٥ (سورۃ الصافات) بدلے میں بڑی قربانی مقرر کر دی۔ اور اس کو پچھلے لوگوں میں قایم رکھا۔ (سورہ الصافات)

خدا تعالیٰ نے اس کو "ذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ" فرمایا ہے۔ جس کا ظہور ہر سال عالم اسلامی میں اس وقت سے آج تک ہو رہا ہے۔ اس سے بڑا فدیہ کیا ہوگا۔

فوائد کی تفصیل

قربانی کے فوائد اور حکمتیں بے شمار ہیں۔

(۱) امتثال امر باریتعالیٰ (۲) اتباع سنت نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم (۳) احیائے سنت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام (۴) فدیۂ اسمٰعیل علیہ السلام پر خدا تعالیٰ کا شکریہ (۵) ایام نحر و تشریق میں جنکو حدیث میں ایام ضیافت و تنعم فرمایا گیا ہے۔ فقرا و مساکین کے ساتھ سلوک۔ اور اپنے اہل و عیال و دوستوں کی تفریح و مہمانی (۶) اظہار نعمت خدائے تعالیٰ شُكۡرًا لَّا رِيَاءً وَّفَخۡرًا۔

(۷) ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ "میں اللہ کا حکم پورا کرونگا اگرچہ اس میں میری جان چلی جائے" اس کی مشق اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ایک جانور اپنی اولاد کی طرح پالا جائے اور حکم الٰہی کی تعمیل میں اپنے ہاتھ سے ذبح کر دیا جائے اور اس وقت یہ خیال رہے کہ اپنی اور اپنی اولاد کی جان بھی اسی طرح خدا کی راہ میں دے سکتا ہوں۔ قربانی کا اصل فائدہ و مقصد خود خدا تعالیٰ نے ایک جامع مانع لفظ میں فرما دیا ہے۔

لَنۡ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا نہیں پہونچتے اللہ کو ان کے گوشت نہ لہو بلکہ پہونچتا